گزارش ہے کہ اگر آپ اپنے بچوں سے واقعی دلی پیار اور پرخلوص محبت کرتے ہیں، تو ان کی عزت وآبرو اور صحت کا خیال رکھنے کے لیے ان کی صحیح اسلامی تربیت کریں اور ان کے ہر کام پر نظر رکھیں۔ اور ابھرتی ہوئی جوانی میں اُن کو موبائل فون مت دیں۔ خاص کر لڑکیوں کو، کیونکہ شیطان ملعون کا حملہ زیادہ تر پہلے عورتوں پر ہوتا ہے۔ اور کسی مجبوری سے انہیں موبائل دیتے ہوں تو اُن پر کڑی نظر رکھیں کہ کہیں وہ اس کا غلط استعمال تو نہیں کرتیں؟ کسی شیطان صفت لڑکے سے فون پر بات تو نہیں کرتیں؟! یہ وہ مقام ہے جہاں سے ایک بار کوئی بیچاری سادگی میں پھسل جاتی ہے، تو شیطان کے پھندے میں آکر راہ راست سے بھٹک جاتی ہے۔

والدین کو قبل از وقت اس بات کا ادراک ہونا چاہیے۔ کسی بڑے فتنے میں مبتلا ہونے کے بعد شرمندگی، بے عزتی اور پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جس طرح پاک وسفید دامن پر کالا پکا داغ پڑنے کے بعد اس کو زندگی بھر صاف کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ اپنا سر شرم سے زندگی بھر کے لیے جھک جانے سے پہلے اپنے بچوں کی فکر کرنا چاہیے۔ ان کو صحیح تعلیم وتربیت دینا چاہیے اور ان کے ہر کردار پر کڑی نظر رکھنا چاہیے؛ تاکہ ہماری عزت وآبرو اور عصمت وعفت محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

صحت کے حوالے سے ناقابل تردید شواہد آچکی ہیں کہ موبائل ٹاور اور موبائل سیٹ سے نکلنے والی شعاعیں دماغی خلیوں پر بے انتہا اثر انداز ہوتی ہیں۔ موبائل فون کے ذریعے گیم کھیلنے سے اعصابی نظام کو بہت نقصان پہنچتا ہے، جو بعد میں فالج اور لقوہ کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کے بے جا استعمال سے بچوں میں احساس کمتری بھی پیدا ہوتی ہے۔

موبائل بلاشبہ ایک جدید ایجاد ہے، اس کے غلط استعمال کو روکنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ ہمارا معاشرہ اور ہماری نوجوان نسل کو اس کے مضر اثرات سے بچایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

قیمتی باتیں

کمزور ترین شخص وہ ہے...... جو اپنا راز نہ چھپا سکے۔

قوی ترین شخص وہ ہے...... جو اپنے غصے پر قابو پا سکے۔

صابر ترین شخص وہ ہے...... جو اپنی حاجت کو چھپا سکے۔

امیر ترین شخص وہ ہے...... جو اپنی میسر چیز پر قناعت کر سکے۔

اخوت اسلامی قسط: ۱۸

صحابہ کرام ؓ روئے زمین کا افضل طبقہ

ابوعبداللہ

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے جس وقت عنانِ خلافت ہاتھ میں لی، یہ مسلمانوں کے لیے ایک نہایت ہی صبر آزما وقت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا حادثہ وفات، اچانک ایک نبی کی ساری ذمہ داریاں سنبھالنا، منافقوں کا وجود جو فتنہ انگیزی کے لیے موقع و بہانہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت اور دین اسلام سے مرتد ہونے والوں کے فتنے، بعض قبائل کے ہاں مدینہ منورہ کی سیادت و قیادت کی ناگواری وغیرہ ایسے عوامل تھے جو ایک سمندری طوفان کی شکل میں نوخیز اسلامی ریاست کے لیے بلائے ناگہانی بنے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا بیان ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ابوبکر صدیق ؓ کی قیادت عطا فرما کر احسان نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ [فتوح البلدان بلاذری ص ۱۰۲]

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور میرے باپ پر اتنے حوادث و مصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتے۔ ایک طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف عرب مرتد ہو گئے تھے۔ [فتوح البلدان]

فتنہ ارتداد کا طوفان اور جیش اسامہ ؓ کی روانگی:

لشکر اسامہ ؓ کو خود رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں ترتیب دے کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ ابھی مقام جُرف میں پہنچا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی شدید علالت کی خبر سن کر وہیں رک گئے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد طوفانِ نوح اٹھ کھڑا ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے ابوبکر ؓ سے التماس کیا کہ موجودہ حالات کے حوالے سے مناسب نہیں کہ لشکرِ اسامہ ؓ کو روانہ کیا جائے۔ اس وقت تو ہم جس گھر میں رہ رہے ہیں، وہ خود جل رہا ہے؛ پہلے تو اسے بجھائیں، ان کے بعد ان شاء اللہ دُور دراز کے مسائل حل کیے جائیں گے۔

آپ ؓ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے بھنبھوڑ کھائیں گے۔ میں تب بھی اسامہ ؓ کو بمطابق فرمان رسول ﷺ اس مہم پر روانہ کروں گا۔ [طبری، ابن عساکر] اور خود جرف پہنچ کر لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ لشکر جب روانہ ہوا تو اس کی حوصلہ افزائی کے لیے پیادہ چلے۔ حضرت

اسامہ ﷛ بولے: "یا تو آپ بھی سوار ہوجائیں ورنہ میں بھی پیادہ ہوجاتا ہوں۔" فرمایا: "اللہ کی قسم! تم مت اترنا، میں ہرگز سوار نہیں ہوں گا۔ کیا ہوا اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ دیر کے لیے میرے پاؤں غبار آلود ہوگئے۔ غازی کے ہر ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔"

القصہ لشکر اسلام سرزمین شام و فسلطین میں پہنچ کر دشمنانِ اسلام کو قرار واقعی سزا دے کر مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس پہنچا۔ حضرت بریدہ بن حصیب ﷛ آگے آگے وہی پرچم اٹھائے چلے آرہے تھے، جو رسول اکرم ﷺ نے چند روز پہلے اسامہ کو تھما دیا تھا؛ اور جس کے متعلق ابوبکر ﷛ نے کہا تھا کہ "جس پرچم کو رسول اللہ ﷺ نے کھولا تھا، میں اسے کس طرح لپیٹ کر رکھ دوں؟!"

حضرت ابوھریرہ ﷛ کا بیان ہے کہ "اس ذات وحدہ لاشریک کی قسم! اگر ابوبکر صدیق ﷛ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین میں اللہ کی پرستش نہ ہوتی۔ آپ ﷛ نے اس بات کو تین بار دہرایا۔ کہا گیا ابوھریرہ چپ کر! کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے اسامہ ﷛ کو سات سو مجاہدین اسلام دے کر شام روانہ کیا تھا۔ جب وادی ذی خشب پہنچے، تو اللہ کے نبی ﷺ رحلت فرما گئے اور عرب ارتداد کا شکار ہوگئے۔ اب صحابہ کرام ﷜ جمع ہوکر آپ کے پاس آئے اور کہا: اس لشکر کو واپس لائیے۔ یہ لوگ روم روانہ ہورہے ہیں؛ جبکہ خود مدینہ کے اردگرد لوگ مرتد ہورہے ہیں؟! یہ سن کر کہا: "اللہ کی قسم! اگر کتے ازواج مطہرات کے پیر کھینچنے لگیں، تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں لاؤں گا، جسے خود رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ اور نہ ہی اس پرچم کو کھولوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے باندھ لیا ہو۔"

اب یہ ہوا کہ لشکر اسلام جن جن قبائل سے گزرتے جو ارتداد کا ارادہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ اگر ان کے پاس مضبوط قوت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں یہ لوگ ادھر نہ آتے، فی الحال ہم انہیں رومیوں سے مقابلے تک چھوڑ کر دیکھ لیتے ہیں۔ پس ان لوگوں کی رومیوں سے مدبھیڑ ہوئی، ان کو شکست فاش دی اور فتح و نصرت سے سرشار ہوکر بحفاظت واپس چلے آئے۔ اسی طرح خراب نیت رکھنے والے کئی قبائل دین اسلام پر ثابت قدم رہے۔

ڈبلیو وٹ منٹگمری لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس بات کو محسوس کرلیا تھا کہ جب تک شام کی طرف مہمیں روانہ نہیں کی جائیں گی عرب قبائل پُرامن نہیں رہ سکتے۔ ابوبکر اس جنگ کی سیاسی اہمیت سے واقف تھے۔ اسی وجہ سے باوجود شدید مخالفت اور سخت خطرات کے انہوں نے اسامہ کی زیر قیادت ایک بڑا لشکر شام روانہ کیا تھا۔ [انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱۱۰/۱۔ صدیق اکبر ص۱۵۲]

سیاسی اعتبار سے اس پرخطر مہم کے دوررس نتائج نکلے۔ مذکورہ بالا نتائج کے علاوہ یہ بھی ہوا کہ اس وقت حمص میں موجود قیصر روم پر اس قدر اثر پڑا کہ اس نے ملک کے بطارقہ (بشپ، پادریوں) کو جمع کیا اور کہا ''دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جن سے میں تم کو خبردار کرتا تھا۔ لیکن تم نہیں مانتے تھے۔ تم ان عربوں کی ہمت و جرأت دیکھتے ہو۔ ایک مہینہ کی مسافت پر آ کر تم پر چھاپہ مارتے ہیں اور صحیح وسلامت اسی وقت واپس بھی چلے جاتے ہیں۔ [تاریخ ابن عساکر ۱/۱۲۴]

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ لشکر مدینہ سے باہر نہ نکلا ہوتا تو ارتداد بھی پورے عرب میں پھیل جاتا۔ اسی لیے بعض نے کہا اس لشکر کی شان وشوکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اب بھی زبردست عسکری قوت موجود ہے۔ چنانچہ بہت سارے قبائل ارتداد سے باز آ گئے۔ ایام ارتداد میں دین اسلام پر صرف حرمین شریفین اور بحرین والے اور بعض لوگ ثابت قدم رہے۔

مرتدین کئی طرح کے تھے۔ بعض نے کہا کہ اگر محمد ﷺ نبی ہوتا تو اسے موت نہ آتی۔ یہی حال اب بھی بہت سے لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں آپ ﷺ پر موت آنا نبوت کے منافی ہے لہٰذا آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔ حالانکہ یہی عین آزمائش کا نقطہ تھا۔

بعض نے کہا محمد ﷺ نبی تو تھا، مگر ان کی موت سے نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ ہم ان کے کسی جانشین کی اتباع نہیں کریں گے۔ یہی خیال بھی کثیر تعداد میں نام نہاد مسلمانوں میں موجود ہے۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی اور کو جانشین کو مانتے ہی نہیں۔ باغیوں میں سے بعض کہتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھیں گے، نماز بھی پڑھیں گے، لیکن اپنے اموال سے زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اسی مؤخر الذکر قسم کے لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سرفہرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے اختلاف ہوا۔

حضرت حافظ حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور کفر اختیار کرنے والوں نے کفر اختیار کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیونکر قتال کریں گے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں۔ جس نے اس کی گواہی دی تو اس نے اپنا نفس اور مال بچالیا سوائے ان کے حق کے اور ان کا حساب وکتاب اللہ کے ذمہ ہے۔'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے قتال ضرور کروں گا جو نماز اور زکاۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں اور زکوٰۃ تو مال کا حق ہے۔ واللہ اگر یہ لوگ ایک رسی بھی میری طرف ادا نہ کریں، جو وہ

رسول اللہ ﷺ کی طرف ادا کرتے تھے، تو میں ان سے قتال کروں گا۔'' حضرت عمرؓ نے کہا: حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا تھا۔ اب میں سمجھ گیا کہ ابوبکرؓ حق بجانب ہیں۔ قسم اللہ کی! اہل ارتداد سے قتال کرانے کے حوالے سے اگر ابوبکرؓ کے ایمان کا اس وقت کے سارے افراد کے ایمان سے موازنہ کیا جائے تو ابوبکرؓ کا ایمان وزنی ہو جائے۔ [صحیح بخاری]

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ واقعہ ارتداد میں حضرت اکبر صدیقؓ کی بے نظیر صلابت واستقامت اور اس فتنہ عالم آشوب میں مٹھی بھر جماعت صحابہ کے ساتھ پورے ملک عرب سے جنگ کرنے کا عزم اور فیصلہ پھر عین اس نازک وقت میں جبکہ ایک ایک سپاہی جیش کا قائم مقام تھا، اور اسلام کا مرکز ثقل مدینہ منورہ دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ جیش اسامہؓ کو شام کی طرف روانہ کر دینے اور منشائے نبوی کی تکمیل پر اصرار، پھر مسلمانوں کی موت وحیات کی اس فیصلہ کن گھڑی میں دنیا کی دو عظیم ترین شہنشاہیوں سے جنگ کا سلسلہ چھیڑ دینا ایمان واطاعت کا وہ واقعہ ہے، جس کی نظیر صرف انبیاء کرام اور ان کے خلفائے اولوالعزم کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔ [المرتضیٰ ص ۴۳۵]

جناب صدیق اکبرؓ باغیوں اور مرتدین کی سرکوبی کرنے اور اسلام کی طرف لوٹانے میں اتنے سنجیدہ تھے کہ لشکر اسلام کے ساتھ خود نکلنے کا عزم صمیم کر لیا۔ اور ایک سو مہاجرین وانصار کے ہمراہ نکل پڑے۔ اس وقت لشکر اسلام کا جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے اٹھا رکھا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ ودیگر اکابر اصحابؓ نے آپؓ کو مدینہ لوٹ جانے پر مجبور کیا۔ تو آپؓ نے حضرت خالدؓ کو امیر مقرر کیا اور انہیں زریں ہدایات دیں۔

حضرت خالدؓ نے جنگ بزاخہ میں ایک مدعی نبوت طلیحہ اسدی کو شکست فاش دی، وہ بھاگ گیا۔ بعد میں مسلمان ہوا اور جنگ نہاوند میں جام شہادت نوش کیا۔ خالدؓ اس سے فارغ ہو کر یمامہ چلے گئے اور مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔ دس ہزار غازیان اسلام نے چالیس ہزار مرتدوں کا مقابلہ کیا اور ان میں سے دس ہزار کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

صدیق اکبرؓ کی خلافت کو دس روز گزر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں یمن کے ایک مدعی نبوت اسودِ عنسی کے جہنم رسید ہونے کی خبر پہنچی۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پانچ روز پہلے پیش آیا تھا۔ اور یہ خلافت صدیقی کے عہد کی پہلی خوشخبری تھی۔

اسلامی فوج کے گیارہ دستے:

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جگہ جگہ ارتداد اور بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ لہٰذا مفکر اسلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان بغاوتوں کو کچلنے کے لیے ہمہ گیر مہم کا آغاز کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ذوالقصہ نامی جگہ میں آئے اور افواجِ اسلام کو گیارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک کے لیے سپہ سالار مقرر کیا۔ اس کا ایک اجمالی نقشہ یہ ہے:

۱۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: بزاخہ اور بطاح کی طرف بھیجا گیا جن سے مسیلمہ کذاب اور مالک بن نویرہ کا تعلق ہے۔

۲۔ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ: یمامہ کی طرف (مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ)

۳۔ مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ یمن وحضرموت (اسود عنسی اور قیس بن ابی العاص) کی طرف۔

۴۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: عرب وشام کی سرحد (قضاعہ، ودیعہ اور حارث)

۵۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ: الحمقتان (حدود شام)

۶۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ: بحرین کی طرف حطم بن ضبیعہ کی سرکوبی کے لیے۔

۷۔ سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ: یمن کے نشیبی علاقہ کی طرف۔

۸۔ عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ: بلاد مہرہ کی طرف۔

۹۔ حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ: عمان کی طرف لقیط بن مالک ازدی کی سرکوبی کے لیے۔

۱۰۔ طریفہ بن حاجز السلمی رضی اللہ عنہ: بطرف عرب کا شمالی حصہ بنو سلیم وہوازن۔

۱۱۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف مع عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل۔ [طبری، ابن اثیر]

پروفیسر فلپ ہٹی کا کہنا ہے کہ ان تمام اندرونی سازشوں کا قلع قمع صرف چھ مہینے کی قلیل مدت میں مکمل ہو گیا تھا۔ [ہسٹری آف عربس]

فتوحاتِ صدیقی:

جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصے میں حیرت انگیز فتوحات حاصل کیں۔ جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت وتوفیق کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے گہرے تدبر اور حسن تدبیر کی وجہ سے ممکن ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے شعبہ جہاد وقتال کے لیے آزمودہ اور عین مناسب قائدین مقرر کیے۔ جن میں اللہ کی تلوار خالد بن

ولید ﷜ عراق و فارس کی طرف، عمرو بن العاص ﷜ فلسطین کی طرف، یزید ﷜، ابو عبیدہ بن جراح ﷜ اور شرحبیل بن حسنہ ﷜ شام کی طرف بھیجے گئے۔

حضرت خالد بن ولید ﷜ نے شاہ فارس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ یہ دعوت نامہ خالد بن ولید ﷜ کی طرف سے بادشاہ کسریٰ اور دیگر باجگزاروں کی طرف ہے۔ اللہ کے لیے ساری تعریف ہے، جس نے تمہارا دعویٰ پارہ پارہ کر دیا اور تمہاری طاقت کا بل کس نکال دیا۔ لہٰذا اسلام قبول کرلو، سلامتی اسی میں ہے۔ وگرنہ جزیہ ادا کرو۔ اگر یہ بھی نہ کرے تو میں تمہارے پاس ایسے لوگوں کو لایا ہوں جو شہادت کو ایسے ہی پسند کرتے ہیں جیسے تم لوگ زندگی کو۔ اس خط کو پڑھ کر وہ لوگ حیرت و استعجاب میں غرق ہوئے اور ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ ادا کرنے پر صلح کی۔

شام کے معرکہ میں عساکر اسلام کی کل تعداد چھیالیس ہزار جبکہ ان کے مقابلے میں دو لاکھ انسانوں کا ہجوم تھا۔ نیز آلاتِ حرب کا فرق زمین و آسمان کا فرق تھا۔ [صدیق اکبر ﷜ ص ۲۹۳]

علی میاں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال پر قابو پانے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ ایسا خلیفہ منتخب کرلیا جائے، جس میں ایسی خصوصیات ہوں جن کے ذریعہ وہ دین کو تحریف سے بچالے اور امت کو اس جادہ حق سے منحرف نہ ہونے دے، جس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو چھوڑا ہے۔ وہ خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ اسلام لانے کے بعد سے زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کے مکمل اعتماد کا اس کو شرف حاصل رہا ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے خود اس کی شہادت دی ہو۔ دین کے متعدد اہم ارکان اور اہم ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے لیے اپنا قائم مقام بنایا ہو۔ اور ایسے خطرات سے پُر مواقع پر اس کو اپنے ساتھ لیا ہو۔ اور جس پر پورا پورا اعتماد اور مکمل بھروسہ ہو۔

۲۔ دین کی روح، اس کی اصلیت کا چراغ جھلملانے، بجھ جانے، الغرض بلاخیز آندھیوں کے وقت یہ شخص پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہا ہو۔ اس نے اس موقع پر انبیائے سابقین کے کردار کا مظاہرہ کیا ہو۔

۳۔ اسلام کا صحیح ادراک اور اس کی حقیقت و روح اس کے رگ و پے میں سرایت کی ہوئی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا اسوہ مبارکہ، جنگ کی حالت میں، صلح کی صورت میں، خوف دہشت کی فضا میں، امن و سلامتی کی ساعتوں میں، اتحاد و یگانگت کی حالت میں، تنگی و ترشی میں، فارغ البالی اور اطمینان کی زندگی میں، ہر ہر موقع اور ساعت میں اس کے پیش نظر ہو۔

۴۔ دین کی حقیقت و اصلیت اور اس کو قائم و دائم رکھنے کی فکر، اس کی غیرت اس سے بدرجہا زیادہ ہو، جس قدر